تزکیہ

عربی زبان میں تزکیہ کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک تطہیر' یعنی پاک صاف کرنا۔ دوسرے تنمیہ' یعنی نشو ونما دینا' بڑھانا اور ترقی دینا۔ پس تزکیہ نفس کا مفہوم یہ ہوا کہ نفس کو بری صفات سے پاک کیا جائے اور اچھی صفات کی آبیاری سے اس کو نشو نما دیا جائے۔

یہ بعینہٖ وہی چیز ہے جس کو آج کل کی زبان میں تربیت اور تعمیرِ سیرت کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے' اور اس سے مقصود اس طرز کے انسان تیار کرنا مطلوب ہوتا ہے جو کسی کو مطلوب ہوں۔

اس تزکیہ و تربیت' بالفاظ دیگر' انسان سازی کی شکل متعین کرنے والی چیز' جیسا کہ ہم ان صفحات میں اس سے پہلے بتفصیل بیان کر چکے ہیں' وہ نصب العین ہے جو انسان تیار کرنے والے کے پیشِ نظر ہو۔ جیسا نصب العین اس کے پیشِ نظر ہوتا ہے ویسے ہی آدمی وہ تیار کرنا چاہتا ہے اور جیسے آدمی وہ تیار کرنا چاہتا ہے اس کے لحاظ سے وہ یہ طے کرنا چاہتا ہے کہ کونسی صفات اصل نصب العین کی ضد اور اس کے حصول میں مانع ہیں اور کونسی صفات اس سے مطابقت رکھتی ہیں اور اس کے حصول میں مددگار ہیں۔ پھر اسی کے لحاظ سے وہ ایسی تدابیر اختیار کرتا ہے جن سے غیر مطلوب صفات کو دبایا اور مٹایا جائے اور مطلوب صفات کو ابھارا اور نشوونما دیا جائے۔

اب اگر ہم اسلامی تزکیہ نفس کو سمجھنا چاہتے ہیں تو ہمیں سب سے پہلے اس نصب العین کو جاننا چاہیے جو انسان سازی میں اسلام کے پیشِ نظر ہے۔ اس باب میں اللہ اور اس کے رسولؐ نے اپنے مدعا کی توضیح ایسے واضح طریقے سے کی ہے کہ کسی التباس و اشتباہ کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ (البینہ ۹۸ : ۵)

ان کو اس کے سوا اور کسی چیز کا حکم نہیں دیا گیا کہ اللہ کی بندگی کریں' اپنی اطاعت کو

اس کے لیے خالص کرکے' پوری طرح یکسو ہو کر۔

اور حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بندگی کا معیار مطلوب یہ بیان فرماتے ہیں:

الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک

"خوبی" یہ ہے کہ تو اللہ کی بندگی اس طرح کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے' یا اگر اس حد تک نہیں تو کم از کم اس احساس کے ساتھ کر کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

پھر قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران ۳:۱۰۴)

اور چاہیے کہ تم سے ایک ایسا گروہ وجود میں آئے جو نیکی کی طرف دعوت دے' بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام ایسے انسان تیار کرنا چاہتا ہے جو فرداً فرداً اپنی گردن سے تمام اطاعتوں اور تمام بندگیوں کے حلقے اتار کر خالص اللہ کی بندگی و غلامی کا حلقہ کسی مجبوری کے بغیر آپ اپنی ہی رضا و رغبت سے پہن لیں' اور پھر اللہ کی اطاعت و خدمت اس نوکر کی سی انتہائی وفاداری اور خوف و خشیت اور حسنِ کارکردگی کے ساتھ کریں جو اپنے آقا کو سامنے کھڑا دیکھ کر' یا یہ محسوس کرکے کہ آقا کی نگاہ اس پر ہے' زیادہ سے زیادہ بہتر کام کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ڈرتا رہتا ہے کہ اس کی کوئی بات آقا کے غضب کی موجب نہ ہو۔ پھر اس قسم کے افراد کو جوڑ کر اسلام ایک ایسا منظم گروہ وجود میں لانا چاہتا ہے جو دنیا کو خیر کی طرف بلانے اور نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے لیے اٹھے' جس کی ساری جدوجہد اور سعی و عمل صرف اس لیے ہو کہ دنیا سے فساد' جو اللہ کو مبغوض ہے' مٹ جائے اور خیر و صلاح جو اللہ کو محبوب ہے' اس کی جگہ قائم ہو' جو خیر کا علم ہاتھ میں لے کر دنیا بھر سے اس کے لیے لڑ جانے پر تیار ہو اور سارے جہان سے اس کی کشمکش اور نزاع صرف اسی ایک بات پر ہو کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو اور اس کے آگے سارے کلمے دب کر رہ جائیں۔

اسلام جو تزکیہ نفس کرتا ہے وہ اسی مقصد کے لیے کرتا ہے۔ اس کے نزدیک اللہ کے امتحان میں انسان کی کامیابی اور اللہ کے قرب سے اس کی سرفرازی کا تمام تر انحصار اس پر ہے کہ اس کی عبدیت کامل ہو اور وہ انفرادی و اجتماعی طاقت سے زمین پر اللہ کے منشاء یعنی قیامِ حسنات و ازالہء سیئات کو پورا کرے۔ اسی مقصد کی مناسبت سے اسلام نے انسانی صفات کو محمود اور غیر محمود' اور

مطلوب اور غیر مطلوب میں تقسیم کیا ہے۔ فرد اور جماعت دونوں میں جو صفات عبدیت کی ضد ہیں اور اقامتِ حق کی سعی میں سدِ راہ ہیں انھی کو اسلام غیر محمود قرار دیتا ہے اور انفرادی نفوس اور اجتماعی نظام کو ان سے پاک کرنا چاہتا ہے اور جو صفات عبدیت کے مقتضیات ولوازم میں سے ہیں اور جن سے اقامتِ حق کی سعی میں مدد ملتی ہے وہی اسلام کی نگاہ میں محمود ہیں اور وہ فرد اور جماعت کو ان سے آراستہ کرنا چاہتا ہے۔ قرآن و حدیث کا اگر غائر مطالعہ کیا جائے تو پوری تفصیل کے ساتھ ان صفاتِ محمودہ اور غیر محمودہ کی ایک مکمل فہرست بنائی جاسکتی ہے اور یہ بھی معلوم کیا جاسکتا ہے کہ کون کون سی صفات کس درجہ میں محمود یا غیر محمود ہیں' اور ان تدابیر کا بھی پورا خاکہ مرتب کیا جاسکتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول نے تزکیۂ نفوس کے لیے تجویز کی ہیں۔ یہ چیز اس قدر واضح اور مکمل طریقے سے کتاب اللہ اور سنتِ رسولؐ اللہ میں ہمیں مل جاتی ہے کہ اس سے باہر کہیں اور اسے تلاش کرنے کی قطعاً" کوئی حاجت باقی نہیں رہتی' البتہ جس کے پیشِ نظر اسلام کے مقصد سے الگ کچھ دوسرے مقاصد ہوں وہ بلاشبہ اس منبع میں اپنی پیاس بجھانے والی چیز نہیں پاسکتا اور مجبوراً اسے دوسرے چشموں کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔

(ترجمان القرآن نومبر ۱۹۵۳ء)

بقیہ: امر بالمعروف ونہی عن المنکر

حرکت اس سے سرزد ہوئی ہے اس سے اسے آگاہ کرو' اور جانے نہ دو جب تک کہ میرے پاس نہ لاؤ۔ جب اس شخص کا نشہ اترا تو خادم نے اس کا حال اس کو بتایا' وہ سن کر بہت شرمایا اور رو دیا۔ پھر اس نے جانا چاہا۔ خادم نے کہا کہ انھوں نے کہا ہے کہ ہمارے پاس لانا۔ خادم اسے ان کے پاس لے گیا۔ آپ نے اس سے فرمایا' تجھ کو شرم نہ آئی نہ تو نے اپنی شرافت کا پاس کیا۔ تجھے یاد نہیں کہ تو کس کا لڑکا ہے۔ خدا سے ڈر اور جس برائی میں مبتلا ہے اس سے توبہ کر۔ وہ شخص گردن نیچے کیے روتا رہا۔ پھر سر اٹھا کر کہا' میں نے اللہ تعالیٰ سے وہ عہد کیا ہے کہ اس کے لیے میں قیامت کے دن جواب وہ ہوں گا۔ اب میں کبھی نبیذ نہ پیوں گا' نہ ان باتوں میں پڑوں گا جن کا میں مرتکب تھا' میں نے توبہ کرلی۔ آپ نے اس کو اپنے پاس بلا کر سر پر بوسہ دیا' اور فرمایا' شاباش بیٹے' یونہی کرنا چاہیے۔ اس کے بعد وہ شخص آپ کے پاس ہی رہا' اور حدیث لکھا کرتا تھا۔ یہ سب کچھ نرمی ہی کی برکت سے ہوا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ لوگ امر بالمعروف کرتے ہیں مگر ان کا معروف منکر ہوتا ہے۔ تم کو چاہیے کہ سب باتوں میں نرمی پر کاربند رہو پھر جو چاہو گے وہ حاصل ہو گا۔

(احیاء العلوم' جلد دوم' ترجمہ و تدوین: خرم مراد)